قبرِ نبویؐ پر قبہ کی شرعی حیثیت

عثمان احمد*

اللہ جل شانہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو جو شانِ ﴿وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾(۱) عطا کی گئی اس کا ایک مظہر آپؐ کی قبر مبارک بھی ہے۔ انبیاء سابقین میں سے کسی کی قبر کی تعیین و تصدیق ممکن نہیں۔ اگرچہ اجمالاً انبیاء کی تدفین کی جگہیں معلوم ہیں مگر قبور کی بالتعیین تصدیق کے لئے روایات و آثار صحیحہ مفقود ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کہ حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے درمیان کو کعبۃ اللہ کے گرد جو جگہ ہے اس میں متعدد انبیاء مدفون ہیں۔(۲) اسی طرح عبداللہ بن سلام کا قول منقول ہے کہ شام میں انبیاء کی ہزار یا سات سو قبور ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی قبر دمشق میں ہے۔(۳)

بیت المقدس کے باب اریحاء کے پاس قبور انبیاء کو ہونا بھی روایات میں موجود ہے(۴)۔ لیکن یہ شرف اللہ تعالیٰ نے صرف خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو عطا کیا کہ بالتواتر اور بالاجماع معلوم ہے کہ آپؐ کی قبر مبارک کہاں ہے اور کونسی ہے۔ علامہ کامل الحلبیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"ومعلوم انه لم يثبت قبر من قبور الانبياء بالتواتر الا قبر نبينا علية الصلاة و السلام" (۵)

یہ معلوم حقیقت ہے کہ انبیاء میں سے کسی کی قبر کے بارے تواتر سے معلوم نہیں کہ وہ کونسی ہے سوائے ہمارے نبی علیہ السلام کی قبر کے۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"فنقول: القبور ثلاثه اقسام، منها: ماهو حق لاريب فيه، مثل قبر نبينا صلى الله عليه وسلم و صاحبيه ابى بكر و عمر فان هذا منقول بالتواتر(۶)

ہم کہتے ہیں: قبور تین اقسام کی ہیں، ان میں سے ایک قسم ان قبور کی ہے جن کے بارے کوئی شک نہیں کہ کس کی ہیں، جیسے ہمارے نبیؐ اور ان کے دو ساتھیوں ابوبکر و عمر کی قبریں۔ بے شک یہ تو تواتر سے منقول ہے

نبیؐ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں اور بہت سے تخصصات و امتیازات سے نوازا، وہاں یہ انفرادی شان بھی عطا فرمائی کہ آپ کی قبر مبارک کو معروف و محفوظ رکھا۔ قبر مبارک کی حفاظت کا شرف، الٰہی انتظام کے تحت امتِ محمدیہ کے حکمرانوں کو حاصل رہا جنہوں قبر مبارک کی حفاظت کے اقدامات کو اپنا اعزاز جانا اور اس میں سبقت لے جانے کی کوشش کی۔

قبر نبویؐ پر قبہ کی شرعی حیثیت کے موضوع پر پر بحث سے پہلے ضروری ہے مختصراً قبرِ نبویؐ کی حفاظت کے لیے کیے اقدامات کی تاریخ بیان کی جائے اور قبر نبویؐ پر قبہ بننے کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے۔

حجرہ نبوی میں میں ابتدائی تعمیرات:

نبی ﷺ اور سیدنا صدیق اکبرؓ کی حجرہ نبوی میں تدفین تک حجرہ میں کوئی دیوار نہ تھی۔ جب سیدنا عمر فاروقؓ کو حجرہ

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

مبارک میں دفن کیا گیا تو حضرت عائشہؓ نے حجرہ مبارک کو دیوار بنا کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ چنانچہ جنوبی طرفِ قبلہ میں تین قبور اور شمالی طرف حضرت عائشہؓ کی رہائش گاہ بن گئی۔ دیوار کی تعمیر کے دو اسباب بیان کیے گیے ہیں۔ سبب اول یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ حضرت عمرؓ کی تدفین سے پہلے گھر کے اندر لباس میں سہولت و اقتصار سے کام لے لیتی تھیں کیونکہ پہلے مدفون دونوں شخصیات آپؓ کی محرم تھیں حضرت عمرؓ چونکہ نامحرم تھے اس لیے غلبہء حیا کے باعث آپؓ نے پردہ داری کو ملحوظ رکھنے کی غرض سے اس دیوار کو تعمیر کروایا۔ جبکہ دوسرا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگ نبی ﷺ کی قبر سے مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے تو آپؓ نے اس عمل سے روکنے کے لیے دیوار بنوا دی اور حجرہ کے اندر کھلنے والی کھڑکی بھی بند کروا دی۔

تاریخی اعتبار سے سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجرہ نبوی ﷺ کے اردگرد چار دیواری بنوائی تھی۔ یہ دیوار اتنی زیادہ اونچی نہ تھی بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے دوبارہ تعمیر کروایا تھا (۷)

درج بالا روایات و آثار سے ثابت ہوا کہ قبر نبوی کی حفاظت کے لیے تعمیر کے اقدامات کرنا تین صحابہ کرامؓ کا عمل ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے قبرِ نبوی پر تعمیری اقدامات:

ولید بن عبدالملک بن مروانؒ کے عہد خلافت میں حجرہ نبوی کی ایک دیوار گر گئی تھی (۸) اس وقت گورنر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ کے حکم سے جہاں دیگر مسجد نبوی کے دیگر تعمیراتی کام سرانجام دیے وہاں حجرہ مبارک تینوں دیواروں کو بھی گر کر اانہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کروایا۔ کعبۃ اللہ کی مانند سیاہی مایل تراشیدہ پتھروں سے حجرہ نبوی کی تعمیر نو کی گئی۔ ہر طرف سے تقریبا سوا دو فٹ سوائے مشرقی سمت کے جگہ چھوڑ کر پانچ رکنی دیوار تعمیر کی گئی۔ اس دیوار کی اونچائی تقریبا تیئیس فٹ تھی۔ یہ تعمیر ۸۸ھ میں وقوع پذیر ہوئی۔ (۹)

الملک الظاہر بیبرسؒ کی قبرنبوی پر تعمیری کاوشیں:

قبر نبیؐ پر زیارت اور درود وسلام کے لیے حاضر ہونے والے زائرین کے لیے قبر مبارک کے گرد جگہ بہت کم بنتی تھی کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی تعمیر کردہ چار دیواری کے ساتھ کھڑے ہو کر درود وسلام پیش کیا جاتا تھا۔ اس لیے مصر کے عظیم حکمران الملک الظاہر بیبرسؒ نے ۶۸۸ھ میں لکڑی کے دو جنگلے یا کٹہرے بنوا کر قبر نبوی کی شمالی جانب نصب کروا دیے۔ پھر ایک کھڑکی نبی اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف بنا دی تا کہ یہاں پر کھڑے ہو کر زائرین درود وسلام پیش کر سکیں۔ ۶۹۴ھ میں شاہ عادل زین الدین کتبغا نے دو مزید کٹہرے بنوائے جن کی بلندی مسجد نبوی کی چھت تک پہنچ گئی۔

گنبد خضراء کی تاریخ:

۶۷۸ھ بمطابق ۱۲۷۹ء میں اس وقت کے شاہِ مصر سلطان منصور قلاوونؒ نے پہلی مرتبہ قبر مبارک پر لکڑی کا ایک گول گنبد یعنی قبہ بنوایا جس کا بنیادی حصہ مربع یعنی گول اور اوپر کا حصہ آٹھ کناروں پر مشتمل تھا۔ اسے حجرۂ نبوی پر گول دائرہ کی

مانند بنیاد بنا کر لکڑی کے کیلوں سے ہی نصب کیا گیا۔ اس قبہ کا رنگ سیسہ کی مانند سفید اور چمکدار تھا، کیونکہ اس پر قلعی یا سیسہ چڑھایا گیا تھا اس لیے اس گنبد کو قبہء فیحا، قبہء بیضاء اور قبہ زرقاء یعنی آسمانی رنگ والا قبہ کہا جاتا تھا۔ بعد ازاں اس قبہ کی تجدید ۷۶۵ھ بمطابق ۱۳۶۴ء میں شاہ شعبان بن حسین بن محمد کے ہاتھوں ہوئی۔ جب ۸۸۶ھ میں مسجد نبوی میں دوسری بار آگ لگی تو قبہ بھی جل گیا اس وقت سلطان قتیبائی نے ۸۸۷ھ میں دوبارہ قبہ تعمیر کروایا۔ تین صدیوں کے بعد قبہ کے بالائی حصہ میں شگاف پڑ گئے تو اس وقت سلطان محمود عثمانی نے قبہ کی تجدید کا حکم جاری کیا چنانچہ سابقہ قبہ کو گرا کر نیا قبہ تعمیر کیا گیا جو آج بھی موجود ہے یہ تجدید ۱۲۳۳ھ میں کی گئی تھی۔ ۱۲۵۳ھ میں سلطان عبدالحمید عثمانی نے قبہ کو سبز رنگ کروایا۔ (۱۰)

قبرِ نبویؐ پر قبہ کی مشروعیت:

اس موضوع پر درج ذیل جہات سے گفتگو کی جائے گی۔

ا۔ نبی ﷺ کی وفات کے شرعی اثرات سے متعلق تخصصات

ب۔ مرقد و تدفین نبویؐ سے متعلق تخصصات

ج۔ امت محمدیہ کا قبہء قبر نبوی سے متعلق اجماعی تعامل

د۔ قبہ قبر نبویؐ کی عرفی حیثیت

ھ۔ قبور پر قبوں کی ممانعت کی احادیث اور ان کا صحیح محمل و توجیہ

و۔ قبہ کی ممانعت کی علت کی تنقیح

ز۔ قبر نبویؐ کا فی البناء ہونے کے مصالح

ح۔ قبہ قبر نبویؐ کے جواز کے عمومی دلایل

ا۔ نبی ﷺ کی وفات کے شرعی اثرات سے متعلق تخصصات:

نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کو ایسی شانِ رفیع عطا فرمائی کہ آپؐ جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ آپ کے امتیازات و تخصصات کی کوئی انتہا نہیں۔ ہمارے موضوع سے متعلق آپؐ کے وہ امتیازت و اختصاصات ہیں جن کا تعلق آپؐ کی موت سے ہے۔ آپؐ کو جس طرح عام انبیاء پر قیاس کرنا درست نہیں اس طرح آپؐ سے متعلق شرعی احکامات کو عام امتیوں پر قیاس کرنا بھی درست نہیں۔ بدنی امتیازات، روحانی خصائص اور شرعی اختصاصات کے اعتبار سے آپؐ اس بلند مقام پر فائز تھے کہ اولیاء امت اور صحابہؓ و تابعین جیسے مقدسین اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کی موت اپنے شرعی اثرات کے اعتبار سے دیگر انسانوں سے مختلف تھی۔ ذیل میں اس کے نظائر پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلا تخصص: عدمِ توریث املاکِ نبیؐ:

یہ شریعتِ اسلامیہ کا عام و معروف حکم ہے کہ موت کے بعد مرنے والے کی املاک کو شرعی وارثین میں تقسیم کر دیا

جایے۔قرآن مجید کی سورہ النساء میں ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ (۱۱) کے الفاظ سے شروع ہونے والی آیات میں وراثت کے احکامات بالتفصیل بیان کیے گیے ہیں۔لیکن یہ سب احکاماتِ وراثت صرف عام مؤمنین کے لیے مشروع ہیں جب کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد وراثت کے ان شرعی احکامات کو مؤثر نہیں مانا گیا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ازواج نبیؐ نے نبیؐ کی وفات کے بعد چاہا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجیں اور میراث طلب کریں۔تو میں نے ان سے کہا کہ کیا نبی ﷺ نے فرمایا نہیں تھا:

”نحن معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه فهو صدقة“ (۱۲)

”ہم انبیاء کا گروہ ہیں جو ہم چھوڑ جائیں وہ وراثت نہیں ہوتا بلکہ صدقہ ہوتا ہے۔“

اسی طرح سیدنا علیؓ اور سیدنا عباسؓ کا وراثت نبویہ میں حصہ طلب کرنے کے تشریف لایے تو سیدنا ابوبکرؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا:”انامعاشر الانبياء لا نورث ما تركناه فهو صدقة۔“صحابہ کی ایک بڑی تعداد نے اس کی تایید فرمائی۔(۱۳) یہ اختصاص اس بات کا متقاضی ہے کہ آپؐ کو موت سے متعلق شریعت کے ان عمومی احکامات کا جوامت محمدیہ پر لازم کیے گیے، پابند نہ قرار دیا جائے۔آپؐ کی قبر مبارک پر قبہ کا ہونا آپؐ کا اختصاص ماننے میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔جس طرح آپؐ کی ازواج کی تعداد کا گیارہ ہونا اور ان کا بعد وفات النبیؐ وراثت کا حقدار نہ ہونا کسی طرح کی قباحت کا باعث نہیں۔

اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ نبی ﷺ کے صرف اس تخصص یا انفرادیت کو تسلیم کیا جائے گا جو قرآن وحدیث کی نصوص میں بالتصریح اس عنوان سے بیان ہوا ہے اور اس سلسلے میں کسی اجتہادی واستنباطی اختصاص کو تسلیم نہیں کیا جائے گا تو اس کا یہ دعویٰ دو وجہ سے درست نہیں۔اول اس لیے کہ اس دعویٰ پر بھی قرآن وحدیث کی کوئی نص موجود نہیں۔ثانیاً اس دعویٰ کے نتیجے میں اس بہت سے اختصاصات سے انکار کرنا پڑے گا جو کہ علماء نے اجتہادی کاوشوں کے ذریعے قرآن وحدیث کی نصوص کی دلالت، اشارۃ یا اقتضاء سے مستنبط کیے ہیں۔مثلاً علماء امت نے کتب خصائص میں نبی ﷺ کو حسنِ جسمانی کے اعتبار سے نسل انسانی میں سب پر فائق قرار دیا ہے۔اس پر نہ تو قرآن کی کوئی تصریح موجود ہے اور نہ نبی ﷺ نے خود اپنے بارے میں یہ فرمایا بلکہ صحابہ کرام کے اقوال سے علماء امت نے اس اختصاص کو مستنبط کیا ہے۔(۱۴) کیا اس وجہ سے اس اختصاص کا انکار درست ہوگا کہ قرآن نے تو صراحتاً کہیں نہیں کہا آپؐ کو سب سے زیادہ حسین پیدا کیا گیا اور نہ نبیؐ نے اپنے بارے خود فرمایا کہ میں تمام نسل انسانی میں سب سے حسین ہوں۔اسی طرح علماء امت نے بعض روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ اختصاص مستنبط کیا ہے کہ آپؐ کی بیٹیوں کی موجودگی میں آپؐ کے کسی داماد کو دوسرا نکاح کرنے کی شرعاً اجازت نہ تھی۔چنانچہ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

”والذى يظهر لى انه لايبعد ان يعد فى خصائص النبى ﷺ ان لا يتزوج على بناته.“(۱۵)

مجھ پر یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی بعید بات نہیں اگر اس کو خصائص نبویہ میں شمار کیا جایے کہ آپؐ کی بیٹیوں کے ہوتے

ہوئے مزید نکاح کی اجازت نہ تھی اس استنباط پر نہ قرآن کی تصریح موجود ہے اور نہ احادیث کی البتہ کچھ روایات سے یہ اختصاص مستنبط ضرور ہوتا ہے۔اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قبرِ نبوی پر قبہ کا بننا آپ کا اختصاص ہے جیسا کہ آپؐ کا دیگر اختصاصات حاصل ہیں۔

دوسرا تخصص: عدمِ حلت ازواج بعد وفات النبیؐ:

آپؐ کی وفات کے شرعی اثرات کے منفرد ہونے کی دوسری دلیل آپؐ کی ازواج مطہرات کے لیے آپؐ کے انتقال کے بعد نکاح کی حرمت ہے۔شریعت کا عمومی حکم ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (۱۶)

''تم میں سے جو وفات پا جائیں اور وہ اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو ان کی بیویوں کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن (عدت کی غرض سے) روکے رکھیں۔پس جب وہ اپنی مدت پوری کر لیں تو تم پر کوئی گناہ کہ اس کے بعد وہ اپنے بارے جو بھی معروف طریقے سے فیصلہ کریں۔''(۱۶)

جب کے اس کے برعکس نبی ﷺ کی ازواج کے بارے حکم ہے:

﴿وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا﴾ (۱۷) تم ان کے بعد ان کی ازواج سے کبھی بھی نکاح نہیں کر سکتے۔اس اختصاص کا تعلق بھی آپ کی وفات کے شرعی احکامات مختلف ہونے سے ہے۔(۱۸)

ب۔ مرقد و تدفینِ نبویؐ سے متعلق تخصصات:

قبرِ نبوی پر قبہ کی تعمیر کے جواز کا ایک پہلو نبی ﷺ کے مرقد و تدفین سے متعلق اختصاصات ہیں۔یہ اختصاصات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کی قبر مبارک ان عام احکامات کی مورد نہیں ہے جو عامۃ المسلمین کے قبور کے لیے مشروع ہیں۔

پہلا تخصص: قبور میں اجسامِ انبیاء کی محفوظیت:

عامۃ الناس کے اجساد کو قبر کی مٹی کا ختم کر دینا ایک طبعی و فطری معاملہ ہے اگر چہ یہ لازم و ملزوم نہیں کہ ہر انسان کا بدن قبر کی مٹی میں مل کر مٹی ہو جائے۔نبی ﷺ کے فرمان سے یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء کے اجساد قبور میں محفوظ ہوتے ہیں اور قبر مٹی ان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی۔ارشاد نبوی ہے۔''ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء'' (اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجسام انبیاء کو کھا جانا حرام کر دیا)(۱۹) علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔(۲۰)

دوسرا تخصص: وفات کی جگہ پر تدفین:

نبی ﷺ کی وفات کے موقع پر صحابہ کے مابین یہ بات محل نزاع ہوئی کہ تدفین کہاں کی جائے۔اس موقع پر نبیؐ

کے فرمان کے مطابق جو سیدنا صدیق اکبر نے روایت فرمایا، وفات کی ہی جگہ پر تدفین کا فیصلہ کیا گیا۔قاسم بن محمد نقل کرتے ہیں:

”کا ن الناس اختلفوا فی دفن النبی ﷺ فقال ابو بکر: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ما من نبی یموت الا یدفن حیث یقبض، فحطوا فراش رسول الله، ثم دفنوه حیث قبض.“ (۲۱)

”لوگوں کے مابین نبی ﷺ کو دفن کرنے کے بار اختلاف ہو گیا تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ کسی نبی کا انتقال نہیں ہوتا مگر جس جگہ اس کی روح قبض وہیں اس کو دفن کیا جایے۔چنانچہ نبی ﷺ کے بستر مبارک والی جگہ کھودی گئی اور اسی جگہ دفن کر دیے گئے جہاں آپؐ کی روح مبارک قبض ہوئی تھی۔“

یہ معلوم حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی تدفین سے متعلق عام سنت یہی ہے کہ ان کو اجتماعی قبرستان دفن کیا جائے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرامؓ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دفن کیا جاتا رہا۔آپ ﷺ کے سامنے آپ کے بہت صحابہ اور اعزہ واقارب کا انتقال ہوا مگر سب کو قبرستان میں دفن کیا گیا کسی کو گھر کے اندر نہیں دفن کیا گیا۔اپنے گھر میں ہی آپ ﷺ کی قبر مبارک کا بننا آپ کی انفرادیت کو ثابت وواضح کرتا ہے اور آپ کی قبر کی عمارت سے متعلق دیگر انفرادیتوں کو بھی جواز فراہم کرتا ہے۔

تیسرا تخصص: غسلِ میت میں اختصاص:

آپ ﷺ کی وفات کے موقع پر صحابہ کو پیش آنے والا ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ کو غسل کیسے دیا جائے؟ کیا اسی طرح غسل دیتے وقت تمام کپڑے اتار دیے جائیں جیسے دوسرے لوگوں کی میتوں کو غسل دیتے وقت کیا جاتا ہے یا کہ کپڑوں سمیت ہی غسل دے دیا جائے؟ صحابہ کرام کے مابین یہ بحث جاری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے سب پر نیند طاری کر دی اور یہ صورت حال ہوئی کہ سب کی ٹھوڑیاں سینوں سے جالگیں۔پھر کسی کلام کرنے والے کی آواز گھر کے ایک کنارے سے ابھری جس کو کوئی نہیں جانتا تھا۔

”ان اغسلوا النبی ﷺ و علیه ثیابه، فقاموا الی رسول الله ﷺ فغسلوه وعلیه قمیصه، یصبون الماء فوق القمیص و یدلکونه بالقمیص دون ایدیهم“ (۲۲)

”نبی ﷺ کو کپڑوں کے ساتھ غسل دو، پس لوگ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کو اس حال میں غسل دیا کہ آپ کی قمیص آپ کے بدن پر تھی۔لوگ آپ کی قمیص کی پانی پر گراتے اور قمیص کے اوپر سے ہاتھوں کے ساتھ ملتے جاتے۔“

چوتھا تخصص: نمازہ جنازہ میں اختصاص:

عام مسلمانوں کی نماز جنازہ کا طریقہ معروف ومروج ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس کے مطابق آپ ﷺ نے بہت سے صحابہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ لیکن نبی ﷺ کی نماز جنازہ کس طرح ادا کی گئی اس کے بارے سعید بن المسب فرماتے ہیں:

"کان الناس یدخلون زمرا زمرا یصلون علیه و یخرجون ولم یئومهم احد." (۲۳)

"لوگ ٹولیوں کی شکل میں داخل ہوتے، آپ ﷺ پر درود بھیجتے اور نکل جاتے اور کوئی ان کی امامت نہیں کرتا تھا۔"

درج بالا تخصصات کا تعلق تدفین وقبر نبویؐ سے ہے ان اختصاصات کے ہوتے ہوئے قبہ کا اختصاص تسلیم کرنے میں کوئی مانع نہیں رہتا۔

ج۔ امت محمدیہ ﷺ کا قبہء قبر نبوی سے متعلق اجماعی تعامل:

درج بالا سطور میں روضہء نبوی پر قبہ کی تعمیر کے جواز کو آپ ﷺ کے تخصص کے پہلو سے واضح وثابت کیا گیا۔ درج ذیل سطور میں قبہ کی تعمیر کے بعد امتِ محمدیہ کے علماء وصلحاء اور فقہاء ومحدثین کی طرف سے اس کو قبول کرنے اور اس کو باقی رکھنے کے تعامل کو بطور دلیل پیش کیا جائے گا۔ امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے شرف بخشا کیا گیا کہ ان کے اجماعی فیصلوں کا الٰہی تایید حاصل ہوتی ہے اور قرآن وحدیث نے امت محمدیہ کے اجماع کو حجتِ شرعیہ قرار دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (۲۴)

اسی طرح ارشاد نبی ہے: "لا یجمع الله امتی علی الضلالة ابدا." (اللہ میری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا) (۲۵)

نبی ﷺ کی قبر پر قبہ کی تعمیر ۶۷۸ھ میں پہلی مرتبہ سلطان المنصو رقلاوون الصالحیؒ کے حکم سے ہوئی۔ سلطان کس عظمت وکردار کے مالک تھے۔ صرف دو اہل تاریخ کے حوالہ جات سے واضح کیا جاتا ہے۔ صلاح الدین محمد بن شاکر (متوفی ۷۶۴ھ) سلطان قلاون کے بارے لکھتے ہیں:

"کان من احسن الناس صورة فی صباه و ابهاهم، کان تام الشکل مهیبا، مستدیر اللحیة قد وخطه الشیب، علی وجهه هیبة الملک و علیه سکینة و وقار، کسر التتار سنة ثمانین، وانشاء بالقاهرة بین القصرین المدرسة العظیمة و البیمارستان العظیم لم یکن مثله، وکان ملکا عظیما لا یحب السفک الدماء." (۲۶)

''وہ شکل وصورت میں لڑکپن سے سے ہی لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور پر کشش تھے۔ کامل الصورت بارعب آدمی تھے اور داڑھی بیضوی تھی اور بڑھاپے نے بال بھورے کر دیے تھے۔ چہرے پر بادشاہت کی ہیبت اور سکینت و وقار تھی۔ انہوں نے سن ۸۰ (یعنی ۶۸۰ھ) تک تاتاریوں کو توڑ کر رکھ دیا۔ دو محلات کے درمیان قاہرہ میں عظیم الشان مدرسہ بنایا اور ایک بہت بڑا بے مثل ہسپتال بھی بنایا۔ بلاشبہ وہ ایک عظیم بادشاہ تھے اور (بلاوجہ) خون بہانا پسند نہ کرتے تھے۔''

تاریخ ابوالفداء (متوفیٰ ۷۳۲ھ) میں ہے:

" ولما تولیٰ السلطان الملک المنصور اقام منار العدل، واحسن سياسة الملک، وقام بتدبير المملكة احسن قيام." (۲۷)

''جب سلطان الملک المنصور منصب حکومت پر فائز ہوئے تو انہوں نے عدل کو روشنی کے ستون کی طرح قایم کر دیا، نظم مملکت کو احسن انداز پر گامزن کیا اور تدبیر وسیاست کو حسنِ انتظام سے مضبوط کر دیا۔''

اس سلطان قلاوون نے پہلی بار روضہ نبوی پر قبہ بنوانے کی سعادت حاصل کی۔ اسی سلطان کے بیٹے محمد بن قلاوون کی قیادت میں امام ابن تیمیہؒ نے تاتاریوں کے خلاف قتال کیا (۲۸) ساتویں صدی ہجری کے بعد ہزاروں فقہاء و محدثین، علماء و صلحاء گزرے کسی ایک فرد نے بھی روضہ نبوی پر قبہ بنوانے کے عمل کی نکیر نہیں کی۔ امام ابن تیمیہؒ جنہوں اثبات و احقاق توحید میں زندگی صرف کی۔ اس راہ میں تکالیف و مصائب برداشت کیے۔ قبر نبوی ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے عدم جواز تک کے قایل ہوتے ہوئے ایک متفرد رائے اختیار کی۔ انہوں نے بھی روضہء رسول پر قبہ بنانے کے عمل پر کوئی نقد نہیں فرمائی۔ بلکہ واقعہء حرہ میں قتل عام کی تردید کرتے ہوئے روضہ نبوی کا ذکر کرتے ہیں (اگرچہ واقعہء حرہ کے وقت قبہ نہیں تھا لیکن امام ابن تیمیہؒ جس وقت یہ تحریر لکھ رہے ہیں اس وقت قبہ موجود ہے)۔ لکھتے ہیں:

"لکن لم يقتل جميع الاشراف، ولا بلغ عدد القتلیٰ عشرة آلاف ، ولا وصلت الدماء الى قبر النبیﷺ، ولا الى الروضة" (۲۹)

''جمیع اشراف قتل نہیں کیے گیے، نہ ہی مقتولین کی تعداد دس لاکھ تک پہنچی، نہ ہی خون قبرِ نبی ﷺ تک پہنچا اور نہ ہی آپ ﷺ کے روضہ تک خون پہنچا۔''

اور امام ابن تیمیہ کا اپنی تصنیف ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں یہ تحریر فرمانا:

"ثم بعد ذالک بسنين متعددة بنيت القبة على السقف، وانكر من كره" (۳۰)

''پھر اس کے کئی سال بعد چھت پر قبہ بنایا گیا، اور جس نے اس کو ناپسند کیا اس نے اس کا انکار کیا۔''

خود اس کی طرف اشارہ ہے کہ وہ انکار کرنے والوں میں نہیں ہیں۔ کیونکہ جو فرد نبی ﷺ کی قبر جانب سفر کی ممانعت کا موقف اختیار کر کے اس پر مصائب وشدائد برداشت کر سکتا وہ یہ بالتصریح کہنے میں کیوں جھجکے گا کہ یہ قبہ بننے کا عمل

میرے نزدیک ناجائز ہے۔ وانکرمن کرہ کے الفاظ سے ہی انکار کرنے والوں کا مجہول الحال ہونا واضح ہے۔ یہاں اس امر کو واضح کرنا ضروری ہے کہ نبی ﷺ کی قبر پر عمارت دورِ صحابہ سے تھی۔ سلاطین نے صرف قبہ بنایا۔ اور شریعت میں یہ مسئلہ نہیں ہے چھت اگر مستوی سطح کی بجائے بیضوی یا کروی کردی جائے تو حرام ہے۔ احادیث میں تو بناء علی القبر کی ممانعت کی جانب اشارہ ہے اور نبی ﷺ کی قبر پر عمارت کا ہونا اور اسکی بقا صحابہ کا عمل ہے۔

اسی طرح کئی صدیاں گزریں اور علماء کا جمِ غفیر حج وعمرہ کی سعادتیں حاصل کرتا رہا کسی نے قبہ بنانے کے عمل پر کوئی تنقید نہیں کی۔

امت مسلمہ کا یہ اجتماعی عمل اس بات کی دلیل ہے کہ علماء نے قبہ کو نبی ﷺ کے روضہ کے ساتھ خاص سمجھتے ہوئے اسے استحساناً جائز سمجھا۔ یہ ممکن نہیں کہ مان لیا جائے کہ تمام امت کے علماء نے مداہنت اور بزدلی سے کام لیا اور نبی ﷺ کی قبر پر ہونے والے ایک منکر عمل کو خاموشی سے دیکھتے رہے، اس کا نہ علمی رد کیا اور نہ ہی عملی تردید کی ضرورت سمجھی۔ علماء امت جنہوں نے دین کے فروعی مسائل پر بھی اگر کہیں زد پڑتی دیکھی تو اس کا علی الاعلان ابطال کیا چاہے اس وجہ سے انہیں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ قبر نبوی پر قبہ سے متعلق عدم جواز کی رائے کا اظہار بہت بعد میں سلفی علماء کی جانب سے سامنے آیا (۳۱) لیکن اس حقیقت کا انکار انہوں نے بھی نہیں کیا کہ قبہ کو بنے ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس امت کی اجتماعی رائے کی شرعی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: **فما رآه المومنون حسنا فهو عندالله حسن** (جس چیز کو مومنین اچھا خیال کرتے ہوں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے) (۳۲)۔ سنن ابی داؤد میں منقول روایت میں تو مسلمانوں کی رویت ہلال کے مسئلے میں اجتماعی خطا کو بھی اللہ کے ہاں مقبول کہا گیا ہے۔ امام ابوداؤد نے حدیث پر جو باب باندھا ہے وہ "**اذا اخطا القوم الهلال**" (جب لوگ رویت ہلال کے بارے دھوکہ کھا جائیں) ہے اور نبی ﷺ کا فرمان نقل فرمایا ہے کہ "**و فطركم يوم تفطرون و اضحاكم يوم تضحون**" (جس دن تم فطر کرلو وہی عید الفطر ہے اور جس دن تم عید الاضحیٰ قرار دے لو وہی دن عید الاضحیٰ کا دن ہوگا) (۳۳) امت مسلمہ کی اجتماعی رائے کی اہمیت وشان ایسی ہے کہ ان کی خطا کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کا شرف بخش دیا جاتا ہے۔ لہذا یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک پر تعمیر کیا گیا قبہ امت مسلمہ کی اجتماعی رائے کے مطابق قابلِ تحسین ہے۔

یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ امت کے اجماعی عمل کے مقابلے میں ایک یا دو علماء کا اختلاف، اس اجماع کو نہیں توڑ سکتا بلکہ ان علماء کی رائے کو ان کا تفرد سمجھا جائے گا۔ قدیم علماء میں محمد بن اسماعیل صنعانی (۱۰۹۹۔۱۱۸۲ھ) نے اگر اپنی کتاب "تطہیر الاعتقاد" میں قبہ قبر نبوی کی تعمیر کو ناجائز کہا ہے تو ان کے قول کی حیثیت جم غفیر کے مقابلے میں درخورِ اعتناء نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صنعانی کی عبارت قبہ کے رد میں نہیں ہے اور نہ انہوں نے ناجائز کہا بلکہ ان لوگوں کے رد میں ہے جو نبی ﷺ کی قبر پر قبہ ہونے کو دلیل بنا کر عام طور پر قبور پر قبے بنانے کو مشروع عمل قرار دیتے ہیں۔ لہذا جس سیاق میں کوئی کلام ہو اس کو اس سے ہٹا کر اپنی مرضی کے معانی کا استنباط درست نہیں۔ صنعانی کی تحریر درج ذیل

ہے۔عبارت کا متن بالکل واضح طور پر بتا رہا ہے کہ اس میں کس چیز کا رد کیا گیا ہے۔

"فان قلت هذا قبر الرسول ﷺ قد عمرت عليه قبة عظيمة انفقت فيها الاموال، قلت : هذا جهل عظيم بحقيقة الحال، فان هذه القبة ليس بناؤها منه ﷺ ولا من اصحابه ،ولا من تابعيهم، ولامن تابع التابعين، ولا علماء الامة و ائمة الملةبل هذه القبة المعمولة علىٰ قبره ﷺ من ابنية بعض ملوک مصر المتاخرين، وهو قلاوون الصالحی المعروف بالملک المنصور فی سنةثمان وسبعين و ست مئة،فهذه امور دولية لادليلية" (۳۴)

"اگر تم کہو قبر رسول ﷺ پر بھی قبہ ہے جس پر زرِ کثیر خرچ کیا گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ حقیقت حال سے بہت بڑی بے خبری ہے۔اس قبہ کی بنیاد رسول اللہ ﷺ ،صحابہ، تابعین، تبع تابعین،علماءامت اور ائمہ ملت نے نہیں رکھی بلکہ قبہ بعض سلاطین مصر کے عمل کا نتیجہ ہے۔سلطان قلاوون صالحی المعروف الملک المنصور نے ۶۷۸ھ میں اسے تعمیر کیا،اس لیے یہ امور سلطنت میں سے ہے نہ امور دلیل میں سے۔"

د۔قبہءروضہ نبوی ﷺ کی عرفی حیثیت:

اس عنوان کے تحت اس پہلو سے بحث کی جائے گی کہ اگر معترضین کا یہ اعتراض تسلیم کر بھی لیا جائے کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک پر قبہ کا بنا مشروع عمل نہیں تھا، تب بھی اب بنیادی سوال یہ بنتا ہے کہ اس قبہ کو تعمیر کر دیے جانے کے بعد اس کو منہدم کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ تعمیر کا واقعہ ہوئے تو صدیاں گزر چکیں اور اب یہ بات غیر متعلق ہے کہ سوال کیا جائے کہ نبی ﷺ کی قبر پر قبہ تعمیر کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟اس سوال کے جواب کی دو جہات ہیں۔

الف۔اگر بالفرض محال قبہ کی تعمیر درست عمل نہ تھی تب بھی اس کا انہدام ناجائز ہے کیونکہ نبی ﷺ کے ساتھ نسبت کے باعث اب اس کی حیثیت شعائرِ دین کی ہے۔لہذا اب اگر کوئی گنبد روضہ نبوی کا مذاق اڑاتا ہے، اس کے رنگ و انداز کی اہانت کرتا ہے تو اس کا یہ فعل کفر ہی سمجھا جائے گا۔اگر کسی کا دعویٰ ہے کہ اس کی نبی ﷺ سے کوئی نسبت نہیں تو یہ بدیہات کا انکار ہے۔اور اس سے پوچھا جائے گا کہ وہ کونسے لوازم ہوتے ہیں جن کے ذریعے کسی چیز کی کسی سے نسبت کو قایم مانا جاتا ہے؟ بہر حال یہ ایک معروف کلیہ ہے کہ چیز کا عرفی نام اور نسبت ہی اس کی حیثیت متعین کرتا ہے۔قبہ نبی ﷺ کی قبر پر بنایا گیا ہے اور یہی اس کی شناخت اور اہمیت ہے۔روضہءنبوی پر قبہ کو آپ ﷺ سے نسبت حاصل ہو جانے کی واضح علامت یہ ہے کہ ہر زبان کے نعتیہ کلام میں گنبد خضراء کی تعریف و توصیف اور اس سے اظہارِ محبت کو نبی ﷺ سے محبت کی علامت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔اس لیے آج اس قبہ کی شرعی حیثیت عرفِ مومنین کے باعث شعائر دینیہ کی ہے۔

ب۔ قرآن مجید میں یہ اصول بھی ملتا ہے کہ اگر اہل ایمان کسی ایسے عمل کا آغاز کر دیں جو شریعت میں مطلوب و مرغوب نہ ہو

لیکن اس عمل کا مقصد خالص اللہ کی رضا ہو تو اس عمل کو جاری رکھا جائے گا لیکن اس کے حقوق کا مکمل خیال رکھنا ہو گا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ورھبانیۃ ابتدعوھا فما رعوھا حق رعایتھا فآتینا الذین آمنوا منھم اجرھم (۳۵) (اورانہوں نے رہبانیت کا آغاز کر دیا پھر اس کے حق کا جیسے خیال رکھنا چاہیے تھا ویسے نہیں رکھا پس ہم نے ان میں سے جو ایمان والے تھے ان کو انکا اجر دیا) اس کی تفسیر کرتے ہوئے صاحبِ کشاف لکھتے ہیں:

"ما کتبناھا علیھم الا لیبتغوابھا رضوان اللہ ویستحقوا بھا الثواب، فآتینا المئومنین المراعین منھم للرھبانیۃ اجرھم." (۳۶)

"ہم نے ان پر اس کو فرض نہیں کیا تھا مگر انہوں نے اللہ کی رضا کے حصول اور اجر و ثواب کا استحقاق پانے کے لیے خود سے اس کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ پس ان میں جو مومنین اور رہبانیت کی رعاییت کرنے والے تھے ان کا اس اجر عطا کیا۔"

اس آیت میں عملِ رہبانیت کے "ابتداع" پر نکیر کرنے کی بجایے اس کے حقوق کا خیال نہ رکھنے پر نکیر کی گئی ہے۔ اس لیے یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی کہ اہل ایمان کی طرف سے کسی ایسے عمل کا آغاز جو مشروع نہ ہو اور مطلوب بھی نہ ہو لیکن اس کا مقصود رضائے الٰہی ہو تو وہ اللہ کے ہاں مقبولیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔اور اسے اس کی شان کے ساتھ برقرار رکھنا مستحسن عمل ہے۔

ھ۔قبور پر قبوں کی ممانعت کی روایات اور ان کا صحیح محمل وتوجیہ:

نبی ﷺ نے قبور پر عمارت بنانے سے منع فرمایا اس سے متعلق چند احادیث وآثار درج ذیل ہیں۔

۱. عن جابرؓ قال نھی رسول اللہ ﷺ ان یجصص القبر وان یقعد علیہ وان یبنیٰ علیہ (۳۷)

"رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ قبر کو پختہ کیا جائے، اس پر بیٹھا جایے یا اس پر عمارت تعمیر کی جایے۔"

۲. عن ابی سعید خدریؓ قال نھی نبی اللہ ﷺ ان یبنی علی القبور، او یقعد علیھا، او یصلی علیھا (۳۸)

اللہ کے نبی ﷺ نے قبور پر عمارت بنانے سے منع فرمایا، اور ان پر بیٹھنے اور ان پر نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا

۳۔امام محمدؒ، امام ابوحنیفہ سےؒ اور وہ اپنے شیخ سے اور انکے شیخ اپنی سند سے نبی ﷺ روایت کرتے ہیں کہ "**نھی عن تربیع القبور و تجصیصھا**" (۳۹) نبی ﷺ نے قبروں کو مربع بنانے اور انہیں پختہ بنانے سے منع فرمایا۔

۴. قال الشافعی فی الام ورایت الائمۃ بمکۃ یامرون بھدم ما یبنی و یرید الھدم قولہ" (۴۰)

امام شافعیؒ الام میں فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ کے علماء کو دیکھا کہ وہ قبور پر عمارتوں کو منہدم کرنے کا حکم دیتے تھے اور آپ ﷺ کا فرمان اس کی تایید کرتا ہے

ان روایات اور اس طرح کی دیگر تمام روایات کا جائزہ لینے سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ممانعت کا تعلق بناء علی القبر سے ہے کہ نہ قبر فی البناء سے:

ان روایات میں جس عمل کی ممانعت بیان ہوئی ہے وہ قبر کے اوپر عمارت بنانا ہے (بناء علی القبر)(اور احادیث میں قبہ کی ممانعت کا ذکر نہیں اس لیے اس کی ممانعت تبعا ہوگی نہ کہ اصلاً) جب کہ نبی ﷺ کی قبر عمارت میں بنائی گئی۔اس لیے ان احادیث کا مخاطب وہ سب قبور ہیں جہاں قبور بننے کے بعد اوپر عمارات بنائی گئیں۔نبی کریم ﷺ کی قبر کے اوپر عمارت نہیں بنائی گئی بلکہ عمارت پہلے تھی اور قبر اس کے اندر بنائی گئی۔اس لیے ان احادیث کا محمل وہ سب قبور اور ان پر قبے ہیں جن کو قبور کے بننے کے بعد تعمیر کیا گیا۔مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں ''سید القبو ر یعنی قبر سید اہل القبو ﷺ کا قیاس دوسری قبور پر کرنا قیاس مع الفارق ہے حدیثوں میں منصوص ہے کہ آپ ﷺ کا دفن کرنا موضعِ وفات میں مامور بہ ہے۔اور موضع وفات ایک بیت تھا جو جدران وسقف پر مشتمل تھا اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی قبر شریف جدران وسقف پر مبنی ہونے کی اجازت ہے اور بناء علی القبر سے جو نہی آئی ہے وہ، وہ ہے جہاں بناء للقبر ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے۔(۴۱)

یہاں اس کی وضاحت ضروری ہے کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک کا ان کے گھر کے اندر بننا ان کا اختصاص ہے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا اس لیے عامۃ المسلمین کے لیے اس سے استدلال کرتے ہوئے گھروں میں مدفون ہونا اور کرنا درست نہیں ہوگا کیونکہ نبی ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے خاندان کے بیسیوں افراد فوت ہوئے مگر آپ نے تدفین گھروں یا عمارتوں میں نہیں فرمائی۔کسی کو حق حاصل نہیں کہ نبی ﷺ کے اختصاص میں برابری کرے۔اسی طرح اس کا بھی کوئی جواز نہیں اپنے لیے قبل از وفات قبرستان میں اپنے لیے مقبرہ کی عمارت تعمیر کروائے۔یہ سب کام ان نصوص صریحہ کی روشنی میں جائز نہیں ہیں۔

یہ حقیقت بھی واضح ہے سیدنا ابوبکر وعمر کا وہاں دفن ہونا فضیلت کے باعث تبعاً ہے۔اصلاً یہ گھر اور عمارت نبی ﷺ کی تھی اور آپ ﷺ کی ہی تدفین اولاً ہوئی۔حضرت ابوبکر وعمرؓ کی تدفین فی البیت یا فی البناء اصلاً نہیں ہے بلکہ تبعاً ہے۔ایک حدیث میں اس تدفین سے متعلق اشارہ بھی موجود ہے۔ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ مسجد میں حضرت ابوبکر وعمر کے همراہ داخل ہوئے۔آپ ﷺ کے ایک طرف حضرت ابوبکرؓ اور دوسری جانب حضرت عمر تھےؓ۔آپ ﷺ نے فرمایا: **هكذا نبعث يوم القيامة** (ہم اسی طرح قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے)(۴۲) اسی طرح یہ دعویٰ بھی درست نہیں کہ حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کی قبور پر قبہ موجود ہے اس لیے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غیر نبی کی قبر پر بھی قبے بنایے جاسکتے۔یہ دعویٰ اس لیے غلط ہے کہ گنبد خضراء کو حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ قبور پر قبہ ہونے کی وجہ سے شرف وشہرت حاصل نہیں اور نصوص صریحہ میں ممانعت آجانے کے بعد اس دعویٰ کی کوئی حیثیت بھی نہیں رہ جاتی۔

۲۔امر دینے والا خود مامور نہیں ہوتا:

قرآن وسنت کی نصوص کے گہرے مطالعے سے فقہاء نے یہ قاعدہ اخذ فرمایا ہے کہ **ان الآمر لا يدخل في عموم الامر** (حکم دینے والا حکم کے عموم میں داخل نہیں ہوتا) یعنی حکم دینے والے پر اپنے دیے گیے حکم پر عمل کرنا واجب نہیں ہوتا۔جیسا کہ قرآن کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے۔ **ان الله يامركم ان تذبحوا بقرة** (موسیٰ علیہ السلام نے

کہا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تم گائے ذبح کرو)(۴۳) موسیٰ علیہ السلام نے یہ حکم الٰہی بتایا لیکن خود عمل نہیں کیا حالانکہ اگر خود بھی اس امر کے پابند ہوتے تو گائے کو خود ذبح فرما کر معاملہ ختم کر دیتے۔(۴۴) نبی ﷺ نے قبور پر قبہ تعمیر کرنے کی ممانعت فرمائی تو اس قاعدہ کے مطابق آپ ﷺ خود اپنی ذات پر اس کو لاگو کرنے کے پابند نہ تھے۔اس لیے ممانعت کی احادیث کی مخاطب امت محمد ﷺ ہے نہ آپ ﷺ کی ذات۔

۳۔قبہ علی القبر ہے یا قبہ علی البیت؟:

ایک توجیہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس قبہ کو علی القبر کی بجائے قبہ علی البیت قرار دیا جایے۔نبی ﷺ نے اس جگہ کا جہاں آپ ﷺ کی تدفین ہوئی اپنا گھر فرمایا۔فرمان نبوی ہے **ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة** (میرے گھر اور منبر کے مابین جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے)(۴۵) یہاں ''بیتی'' سے مراد یہی جگہ ہے جہاں آپ ﷺ مدفون ہیں۔آپ کے فرمان کا اطلاق آج بھی اس جگہ پر ''بیتی'' کے عنوان سے ہوتا ہے۔اس لیے اگر اس عمارت پر بنائے گئے قبہ کو اگر قبہ علی القبر کی بجائے قبہ علی البیت قرار دیا جائے تو درست ہے۔تو ممانعتِ تعمیر علی القبر کا اطلاق اس صورت میں بھی باقی نہ رہا۔کیونکہ بہرحال قبہ آپ ﷺ کے بیت کے ایک حصہ پر ہی ہے۔

و۔قبہ کی ممانعت کی علت کی تنقیح:

احکامِ شریعت کسی نہ کسی علت سے منسلک ہوتے ہیں جس کی حیثیت احکامات میں اس اصل کی ہوتی ہے جس پر حکم کا دارومدار ہوتا ہے۔علت کے ارتفاع کے باعث حکم کا مرتفع ہوجانا فقہاء کے مسلمات میں سے ہے۔قبور پر قبہ کی ممانعت کی روایات پر غور کیا جائے تو ممانعت کی دو وجوہ سامنے آتی ہیں۔

۱۔ایہامِ شرک ۲۔ علامت تعیش وحبِ دنیا

ایہامِ شرک: نبی ﷺ کی بہت سی احادیث سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ قبور پر عمارتوں کی تعمیر کی ممانعت کی وجہ ایہامِ شرک ہے اور ان سے روکنا سدِ ذرائع کی قبیل سے ہے۔جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

" **لعن الله الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد** " (۴۶)

''اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کا سجدہ گاہ بنالیا۔''

اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ کیا نبی ﷺ کی قبر پر شرک کا امکان موجود ہے؟ احادیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی قبر پر شرک کا امکان ختم ہوگیا۔اس کی پہلی دلیل تو آپؐ کی دعا ہی ہے جس میں آپ نے اللہ سے دعا فرمائی کہ

''**اللهم لاتجعل قبری وثنا یعبد .**'' (۴۷)

''اے اللہ میری قبر کو پوجا جانے والا بت نہ بنانا۔''

کوئی وجہ نہیں کہ یہ مانا جایے کہ نبی ﷺ کی یہ دعا قبول نہیں ہوئی اور اس کا امکان موجود ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی قبر کی شرک سے حفاظت نہیں فرمائیں گے۔اس لیے آپ ﷺ کی قبر سے قبہ کی ممانعت کی یہ علت ختم ہوگئی کہ یہاں شرک ہو

سکتا۔ دوسری دلیل آپ ﷺ کا فرمان ہے **لا یبقین دینان بارض العرب** (سرزمین عرب پر دو دین باقی نہیں رہیں گے)(۴۸) اور صدیوں کی تاریخ گواہ ہے اللہ نے آپ ﷺ کی قبر کو شرک گاہ بننے سے محفوظ رکھا۔ یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ قبر پر عمارت بنا کوئی شرکیہ عمل نہیں۔ کیونکہ شرک تو اللہ کی ذات وصفات اور افعال میں کسی کو حصہ دار ماننے کا نام ہے۔ قبر پر عمارت بنانا کسی طرح بھی اللہ کی ذات وصفات اور افعال میں حصہ دار بنانا نہیں ہے۔ البتہ صاحبِ قبر سے متعلق اگر کوئی ایسا اعتقاد رکھے گا تو اس کا عقیدہ مشرکانہ ہوگا نہ قبر پر بنی ہوئی عمارت شرک ہوگی۔ یا قبور پر عبادات بجالانا امور شرکیہ میں سے ہوگا نہ کہ قبر پر تعمیر کردہ قبہ شرک سمجھا جائے گا۔

علامت تعیش وحب دنیا: روایات واحادیث کے مطالعہ سے قبور پر قبہ کی ممانعت کی ایک وجہ اس کا تعیش وحب دنیا کی علامت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ سنن ابی داوٗد کی روایت ہے:

"عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ خرج فرأى قبة مشرفة. فقال ما هذه قال له اصحابه هذا لفلان رجل من الانصار قال فسكت وحملها فى نفسه حتى اذا جاء صاحبها رسول الله ﷺ . يسلم عليه فى الناس اعرض عنه صنع ذالک مراراً حتىٰ عرف الرجل الغضب فيه والاعراض عنه فشكىٰ ذالک الىٰ اصحابه فقال والله انى لانكر رسول الله ﷺ قالوا خرج فرأى قبتک فرجع الرجل الى قبته فهدمها حتىٰ سواها بالارض فخرج رسول الله ﷺ ذات يوم فلم يرها فقال ما فعلت القبة قالوا شكىٰ الينا صاحبها اعراضک عنه فا خبرناه فهدمها فقال اما ان كل بناء وبال علىٰ صاحبه الا مالا الا مالا." (۴۹)

"حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے ایک اونچا قبہ دیکھا۔ فرمایا یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ فلاں شخص کا ہے جو کہ انصار میں سے ہیں۔ انسؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ چپ رہے اور بات کو دل میں ہی رہنے دیا۔ یہاں تک کہ اس مکان کے مالک رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ لوگوں کے مجمع میں آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا۔ یہ آپ ﷺ نے بار بار فرمایا یہاں تک کہ وہ سمجھ گئے کہ آپ ﷺ غضبناک ہیں اور اس سے اعراض فرمارہے ہیں۔ انہوں نے صحابہ سے وجہ پوچھی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ناراضی کا اظہار فرمایا۔ صحابہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے تھے تو آپ کا قبہ دیکھا تھا۔ وہ اسی وقت اپنے قبہ کی جانب لوٹ گئے اور جا کر اسے مسمار کر دیا یہاں تک کہ بالکل زمین کے برابر کر دیا۔ ایک دن پھر رسول اللہ ﷺ کا باہر جانا ہوا تو آپ ﷺ کو قبہ نہ نظر آیا فرمایا قبے کا کیا معاملہ ہوا؟ صحابہ نے کہا اس کے مالک نے آپ کے اعراض کی وجہ دریافت کی تھی تو ہم نے اس کو اس کے بارے بتلایا تھا۔ چنانچہ اس نے اسی وقت قبہ کو مسمار کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر عمارت اپنے مالک کے لیے وبال مگر جس

کی ضرورت ہو، مگر جس کی ضرورت ہو۔"

اعلیٰ عمارات اور اس پر نقش و نگار بنانے کے عمل کو نبی ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ **کن فی الدنیا کانک کا غریب** (دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی پردیسی)(۵۰) اور **لاتقوم الساعة حتی یتطاول الناس فی البنیان** (قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگ عمارات بلند کرنے میں مقابلہ بازی کریں گے)(۵۱) اور اسی مضمون کی بہت سی احادیث قبوں کی ممانعت کی اس وجہ پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن ان سب احادیث کا تعلق زندہ افراد کے پر تعیش زندگی گزارنے کی ناپسندیدگی سے ہے۔ نبی ﷺ نے فقر کی زندگی گزاری اور پسند فرمائی اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی قبر پر قبہ کا ہونا تعیش وحب دنیا کی علامت کسی طرح بھی نہیں بنتا اور ہر فرد جس نے براہِ راست اس گنبد کی زیارت کی ہے جانتا ہے کہ اس کو دیکھ کر حبِ دنیا کے جذبات پیدا ہوتے ہیں یا حبِ رسول وفکر آخرت کے۔ البتہ یہ گنبد شان وشکوہ کا حامل ہے اور یہ شان و شکوہ تو اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین ﷺ خود عطا فرمائی چنانچہ قبہ نصرت بالرعب کا بھی ایک مظہر ہے۔

درج بالا بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ قبور پر قبوں کی تعمیر کی ممانعت کی جو وجوہات ہو سکتی ہیں وہ آپ ﷺ کی قبر پر قبہ میں نہیں ہیں۔ اس لیے علتِ ممانعت ہی موجود نہیں۔

قبرِ نبوی ﷺ کا فی البناء ہونے کے مصالح:

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے نبی ﷺ کی قبر مبارک کے عمارت کے اندر ہونے کی جو متعدد مصلحتیں تحریر فرمائی ہیں، درج ذیل ہیں۔

۱۔ جسد اطہر کو اعداء دین سے محفوظ رکھنا: آپ ﷺ کے جسم مبارک کی حفاظت کے لیے لازم تھا کہ آپ ﷺ کی تدفین کسی عمارت میں کی جائے تاکہ اعداء دین کی شرانگیزیوں کا امکان ختم ہو۔ نورالدین زنگیؒ کے عہد میں پیش آنے والا واقعہ بھی اس مصلحت کو موکد کرتا ہے۔(۵۲)

۲۔ عامۃ المسلمین کے تجاوز عن الشریعت کے امکان کو ختم کرنا: اگر آپ ﷺ کی قبر مبارک موجودہ صورت کی بجائے بالکل کھلی جگہ پر ہوتی تو فرط عقیدت ومحبت کے باعث مسلمانوں کے شریعت سے تجاوز کرتے ہوئے کسی ناجائز امر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہتا۔

۳۔ مسجد و روضہ میں تباین پیدا کرنا: قبر نبوی، مسجد نبوی ﷺ کے ساتھ ہونے کے باعث ضروری تھا کہ قبر کو اس طرح چاروں طرف سے بند کر دیا جائے کہ سجدہ گاہ نہ بنے۔ اور مسجد ومقبرہ کے فرق کو قبہ نمایاں کرتا ہے۔

۴۔ شانِ نبوت کی انفرادیت کا اظہار: نبی ﷺ نے فرمایا "ایکم مثلی" (تم کون میری طرح ہو سکتا)(۵۳) تو قبر کا اس صورت میں بننا "ای قبرکم مثل قبری" کا اظہار ہے۔(۵۴)

ح۔ قبہ قبرِ نبوی ﷺ کے جواز کے عمومی دلائل:

خلفائے راشدین کے عہد میں نبی ﷺ کی قبر پر عمارت موجود تھی اور اس کو باقی رکھنا شرعاً درست نہ ہوتا تو نبی ﷺ

کی تدفین کے بعد اس عمارت کو ختم کر دیا جاتا۔ حضرت عائشہؓ کے لیے دوسری رہائش کا بھی انتظام بھی ہوسکتا تھا اور ایک دیوار کے ذریعے علیحدہ بھی کیا جا سکتا تھا اور قبر والی جگہ سے چھت ختم کی جا سکتی تھی۔ خلفائے راشدین کا اس کی عمارت کو باقی رکھنا اس کو باقی رکھنے کی شرعی دلیل ہے۔ اور باقی رکھنے کے لیے عمارت کو مستحکم رکھنا لازم ہے اس لیے عمارت کی مسلسل دیکھ بھال اور اس سے متعلق ضروری اقدامات کرتے رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس کے استحکام کے لیے اقدامات کرتے رہنا بھی مشروع ہے۔ اسی طرح شریعت میں یہ بھی مطلوب ہے کہ اس عمارت کو قابلِ دید بنایا جائے کیونکہ یہ نہیں مانا جا سکتا کہ شریعت کی نظر میں روضہ نبوی کو ایسی حالت میں رکھنا پسندیدہ ہو کہ یہ جمالیاتی اعتبار سے انفرادیت کا حامل نہ ہو یا اس کی تعمیر دیگر عمارتوں کے مقابلے میں اتنی سادہ ہو کہ اس میں عہدِ حاضر کی تعمیراتی ترقیوں کی کوئی جھلک نہ ہو۔ گنبد خضراء جس حسن کی علامت اس میں اضافہ تو مطلوب ہوسکتا لیکن یہ کسی اہل ایمان کی ایمانی حرارت تسلیم نہیں کر سکتی کہ اس کو گرانا تو دور کی بات اس پر رنگ کو خراب کر دیا جایے۔ اسی طرح یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ شریعت اسلامیہ میں قبہ کی ممانعت اصلاً ہے۔ کیونکہ یہ تو عقلاً ممکن نہیں کہ شرعاً کسی گھر یا قبر پر اگر سیدھی اور مستوی سطح کی چھت بنائی جائے تو وہ جائز ہو لیکن اگر اینٹوں کی چنائی بیضوی یا گول کر دی جائے تو وہ ناجائز ہو جائے۔ شریعت میں ممانعت کو کو بیضوی یا کروی اشکال سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے قبہ سے روکنا سد ذرائع کی قبیل سے تھا اور چونکہ قبر نبوی پر قبہ کے ہونے سے کوئی مفسدہ لازم نہیں آتا اس لیے اس کی تعمیر نہ صرف جائز بلکہ مستحسن وضروری عمل تھا۔ (۵۵)

خلاصہ بحث:

خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر تعمیر پہلے سے موجود تھی نہ کہ بعد میں تعمیر وجود میں آئی۔

۲۔ اس تعمیر کی بقاء اور استحکام کا عمل اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔

۳۔ احادیث میں قبر کی ممانعت ہے جس کا اول محمل تعمیر کا مسجد ہونا ہے۔ مطلقاً تعمیر کی ممانعت احادیث کا اول محمول نہیں ہے۔ نبی ﷺ کی قبر پر تعمیر کی مشروعیت کے بعد قبہ مشروعیت تو اس کے تابع امر ہے۔

۴۔ قبر پر قبہ کی تعمیر کی ممانعت احادیث میں مذکور نہیں نہ ہی یہ کوئی اصلا بحث ہے۔ اصل تعمیر علی القبر کی ممانعت ہے جو سد ذریعہ کی قبیل سے ہے کہ سجدہ گاہ نہ تعمیر ہو۔ نہ کہ قبر پر عمارت بننا کوئی افعال شرکیہ میں سے ہے شرک اللہ کی ذات و صفات میں حصہ دار ماننا ہے اور قبر پر تعمیر کرنے سے شرک لازم نہیں آتا۔

۵۔ نبیؐ کی قبر تعمیر آپ کے تخصصات میں سے ہے اور قبہ بننا ایک ذیلی بات ہے جب اصل میں تخصص ہے تو ذیل میں عدم تخصص ماننا درست نہیں۔

۶۔ قبر مبارک پر قبہ بننے کا عمل حکمرانوں کے اظہار محبت اور شوکت تعمیر کے ذریعے آپؐ کی قبر کو نمایاں کرنے کے باعث تھا۔ نہ کہ کسی فاسد اعتبار کی بنا پر۔ قبہ قبر نبویؐ کی توہین مشروع وناجائز عمل ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ انشراح۔٤

۲۔ الطبرانی، سلیمان بن احمدبن ایوب الشامی، المعجم الکبیر ،تحقیق: حمیدی بن عبدالمجید السلفی، مکتبۃ ابن تیمیۃ القاھرۃ،طبع دوم،حدیث نمبر١٢٢٨٨، ج١١،ص٤٥٤۔

۳۔ ابن ابی الھول،ابو الحسن، علی بن بن محمد بن صافی، فضائل الشام و دمشق،تحقیق:صلاح الدین المنجد، مطبوعات المجمع العلمی العربی، دمشق، طبع اول ، ١٩٥٠ء، ص ٥٠۔

۴۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر،البدایۃ و النھایۃ، تحقیق: علی شیری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، ١٩٨٨ء،ج ١١،ص ٢٦

۵۔ الغزی، کامل بن حسین بن محمدالحلبی، نھر الذھب فی تاریخ حلب، دار القلم، حلب، طبع دوم، ١٤١٩ھ، ج ٢، ص ١٠٢

۶۔ ابن تیمیہ ،تقی الدین ،جامع المسائل لابن تیمیہ، تحقیق: محمد عزیز شمس،دار عالم الفوائد، طبع اول، ١٤٢٢ھ، ج٤،ص ١٥٤

۷۔ السمھودی، علی بن عبداللہ بن احمد، الشافعی، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول ، ١٤١٩ھ،ج ٢، ص ١١١

۸۔ *''ہشام اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ولید بن عبدالملک کی حکومت کے زمانہ میں حضرت عائشہؓ کے حجرہ کی ایک دیوار گر گئی۔ جب اس کو دوبارہ تعمیر کیا جانے لگا تو ایک پاؤں دکھائی دیا لوگ گھبرا گئے اور گمان کیا کہ یہ نبی ﷺ کا قدم مبارک ہے۔ وہاں کوئی نہ تھا جو اس کو پہچانتا۔ حتیٰ کہ عروہ بن زبیر نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم یہ پاؤں نبی ﷺ کا نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کا ہے''*

البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، تحقیق: محمد زھیر بن ناصر الناصر، دار طوق نجاۃ، بیروت، طبع اول،١٤٢٢ھ،حدیث نمبر ١٣٩٠ ،ج ٢،ص ١٠٣

۹۔ **وفاءالوفا، ج ۲،ص ۱۱۱،مزید تفصیل دیکھیے: *محمد اسحاق*، رانا، خالد مدنی رانا، مدینۃ النبیؐ، ادارہ اشاعت اسلام، لاہور، ۲۰۰۹، ۲۶۱، ۲۶۲**

۱۰۔ ایضاً۔ج٢۔١٥٧ تا ١٦٠۔

قبہ نبوی پر ایسا رنگ کرنا جو اس کی انفرادیت کو برقرار رکھے قرآنی اشارات کی روشنی میں مستحسن عمل ہے۔ قرآن نے ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ منفرد لباس پہنا کریں ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین (الاحزاب۔۵۹) یہ عمل ایسا ہے کہ اس سے ان کی شناخت اور تعارف سب پر عیاں ہوگا اور وہ ایذا سے محفوظ رہیں گی۔ یہ اولیٰ ہے کہ نبی ﷺ کے مزار کو ایسی انفرادیت حاصل ہو کہ اس کا تعارف اور شناخت اسے سب سے ممتاز کر دے۔ فاقع لونھا تسر الناظرین (البقرۃ۔۶۹) کا اصول بھی اسی بات کا موید ہے کہ روضہ نبوی کا رنگ جاذب نظر و منفرد ہو۔

۱۱۔ النساء۔ ١١۔١٢

۱۲۔ الربیع بن حبیب بن عمر الازدی، الجامع الصحیح المسند، تحقیق: محمد ادریس، عاشور بن یوسف، دار الحکمۃ بیروت، ١٤١٥ھ،ص ٢٦١

۱۳۔ تمام بن محمد الرازی، ابو القاسم، الفوائد،تحقیق: حمدی عبد المجید السلفی، مکتبۃ الرشد، الریاض، ١٤١٢ھ،ج ٢، ص ٧٢

۱۴۔ السیوطی، جلال الدین،ابوبکر عبد الرحمان،الخصائص الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٩٨٥ء،ص ١٢٣

۱۵۔ ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دارلمعرفۃ بیروت، ١٣٧٩ھ،ج٩، ص ٣٢٩

مزید تفصیل کے لیے:محمد نافع، مولانا، بنات اربعہ،دارالکتاب، لاھور، ٢٠١٠ء، ص ٣٠٩ تا ٣١٧

۱۶۔ البقرہ۔۲۳٤

۱۷۔ الاحزاب۔۵۳

۱۸۔ ابن الملقن،ابو حفص عمر بن علی الانصاری، غاية السول فی خصائص الرسولﷺ،تحقيق: عبدالله بحر الدين عبد الله، دار البشائر الاسلامية، بيروت، ۱۹۹۳ء،ص ۲۷

۱۹۔ ابو دائود ،سليمان بن اشعث السجستانی، السنن،محقق:محمد محی الدين عبد الحميد،المكتبة العصريةصيدا، بيروت،س۔ن۔حديث نمبر ۱٤۰۷،ج۱،ص ۲۷۵

ابن ابی شيبة،ابو بكر، عبدالله بن محمدبن ابراهيم،المصنف فی الاحاديث و الآثار،تحقيق: كمال يوسف الحوت، مكتبة الرشد، الرياض، ۱٤۰۹ھ،حديث نمبر ۸٦۹۷، ج ۲، ص ۲۵۳

۲۰۔ البانی، محمد ناصر الدين، سلسة الاحاديث الصحيحة و شیء من فقهها و فوائدها، مكتبة المعارف، الرياض،۱۹۹۵ء،ج ٤، ص۳۲

۲۱۔ ابو العباس،شهاب الدين احمد بن ابی بكربن اسماعيل،اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة،تحقيق:باشراف ابوتميم ياسر بن ابراهيم، دار الوطن للنشر، الرياض، طبع اول، ۱۹۹۹ء،حديث نمبر۲۰٤۰،ج ۲،ص۵۲۷

ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی، المطالب العالية بزوائدالمسانيد الثمانيه، دار العاصمة، السعودية، طبع اول، ۱٤۱۹ھ،حديث نمبر۳۳۰ ٤،ج ۱۷، ص۵٤٤

(رواه احمد باسناد متصل ضعيف، و اخرجه ايضا بسند معضل،وهذه الطريق المرسلة اصح مخرجا)

۲۲۔ ابن الجارود، ابو محمدعبدالله بن علی، المنتقی من السنن المسندة، تحقيق: عبد الله عمر البارودی، مئوسسة الكتاب الثقافية، بيروت، طبع اول ،۱۹۸۸ء،ص ۱۳٦،(حكم الالبانی : حسن)

۲۳۔ المصنف فی الاحاديث و الآثار، حديث نمبر ۳۷۰٤۱،ج ۷،ص ٤۳۰

۲۴۔ سنن ابی دائود،حديث نمبر ۲۳۲٤،ج۲۔ص۲۹۷

۲۵۔ الحاكم،ابو عبد الله محمد بن عبد الله، النيشا پوری، المستدرك علی الصحيحين، تحقيق: مصطفی عبد القادر عطا، دارالكتب العلميه ، بيروت، ۱۹۹۰ء،حديث ۳۹۳،ج۱، ص ۲۰۰

۲٦۔ صلاح الدين،محمد بن شاكربن احمد،فوات الوفيات، تحقيق:احسان عباس، دار صادر بيروت،طبع اول ، ۱۹۷٤ء،ج ۳،ص ۲۰٤،۲۰۵

۲۷۔ ابو الفداء، عمادالدين اسماعيل بن علی،المختصر فی اخبارالبشر، المطبعةالحسينية المصرية، طبع اول،ج٤،ص ۱۳

۲۸۔ ابن كثير ابو الفداء اسماعيل بن عمر، البداية و النهاية، تحقيق:علی شيری،دار احياء التراث العربی، بيروت، طبع اول، ۱۹۸۸ء،ج ٤۱، ص ۵۰ تا ۷۰

تفصیل کے لیے دیکھیے:ندوی، ابو الحسن علی، تاریخ دعوت و عزیمت(سوانح شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ)، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ج۲،ص٤۷ تا ٦۳

۲۹۔ منهاج السنة

۳۰۔ ابن تيميه،اقتضاء الصراط المستقيم، دارعالم الكتب ، بيروت،طبع سابع،۱٤۱۹ھ۔۱۹۹۹ء،ج۲،ص ۱٦۱

۳۱۔ الشيخ صالح العثيمی لکھتے ھیں۔

”ان استمرار هذه القبة علی مدی ثمانيه قرون لا يعنی انها اصبحت جائزة، ولا يعنی ان السكوت عنها اقرار لها، اول دليل علیٰ جوازها بل يجب علیٰ ولاة المسلمين ازالتها، و اعادة الیٰ ما كان عليه فی عهد النبوة(بدع القبور ، انوعها و احكامها۔ص۲۵۳)۔

حیرت ہے کہ اس تحریر میں شیخ فرماتے ہیں کہ اس کو عہد نبوت کی شکل و ہیئت میں لوٹانا واجب ہے۔عہد نبوت میں روضہ نبوی تھا ہی نہیں تو اس کی وضع پر لوٹانے کا کیا مفہوم؟ عہد خلفائے راشدین کی ہیئت پر لوٹانا اگر واجب ہے تو کیا صرف قبہ گرانے سے وہ ہیئت لوٹ آئے

گی؟ رسول اللہ ﷺ سے ممانعت منقول بناء علی القبر کی ہے وہ تو قبر نبوی پر جائز ہو۔ اور قبہ جس کی ممانعت کے الفاظ سرے سے حدیث میں ہیں ہی نہیں وہ حرام ٹھہرے۔
شیخ عبدالعزیز بن باز، الشیخ عبدالرزاق عفیفی اور اللجنہ الدائمہ کے فتویٰ میں ہے جو ویب ایڈریس (http://islamqa.info/ar/110061) پر موجود ہے۔ ''القبۃعلیٰ قبرہ ﷺ حرام یاثم فاعلہ''

۳۲۔ السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان، الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ، تحقیق: ڈاکٹر محمد بن لطفی الصباغ، عمادۃ شئون المکتبات، جامعۃ الملک سعود، الریاض، ص ۱۸۸۔(قال الالبانی: اثر حسن)

۳۳۔ سنن ابی دائود، حدیث نمبر ۲۳۲۴، ج۲، ص۲۹۷، (قال الالبانی: صحیح)

۳۴۔ الصنعانی، محمد بن اسماعیل، تطھیر الاعتقاد عن ادران الالحاد، تحقیق ڈاکٹر ناصر بن علی بن عائض، مطابع الوحید، مکۃ المکرمۃ، طبع اول، ۱۴۲۵ھ، ص ۴۶

۳۵۔ الحدید۔ ۲۹

۳۶۔ الزمخشری، ابو القاسم محمود بن عمرو، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ج۴، ص ۴۸۲

۳۷۔ النیشاپوری، مسلم بن الحجاج، المسند الصحیح المختصر (صحیح مسلم)، تحقیق: فواد عبدالباقی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج۲، ص ۹۷۰،

۳۸۔ ابو یعلیٰ، احمد بن علی، الموصلی، مسند ابی یعلیٰ، تحقیق: حسین سلیم اسد، دار المامون للتراث، دمشق، طبع اول، ۱۹۸۴ء، حدیث نمبر ۱۰۲۰، ج۲، ۲۹۷

۳۹۔ الشیبانی، محمد بن الحسن، کتاب الآثار، تحقیق: ابو الوفا افغانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج۲، ص ۲۰۱

۴۰۔ النووی، ابو زکریا محی الدین یحیٰ بن شرف، المنھاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۹۲ھ، ج۷، ص۲۷

۴۱۔ تھانوی، اشرف علی، بوادر النوادر، ادارہ اسلامیات، لاھور، ص ۳۵۰

۴۲۔ المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر ۷۷۴۶، ج۴، ص ۳۱۲

۴۳۔ البقرۃ۔ ۶۷

۴۴۔ السیوطی، جلال الدین، عبد الرحمان بن ابی بکر، الاکلیل فی استنباط التنزیل، تحقیق: سیف الدین عبدالقادر الکاتب، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۸۱ء، ص ۲۹۔

۴۵۔ الجامع الصحیح البخاری، حدیث نمبر ۱۱۹۵، ج۲، ص ۶۱

۴۶۔ ایضاً، حدیث نمبر ۱۳۳۰، ج۲، ص ۸۸

۴۷۔ مالک بن انس، موطا، تحقیق: محمد مصطفی الاعظمی، مئوسسۃ زاید بن سلطان آل نھیان، ابوظبی، ۲۰۰۴ء، حدیث نمبر ۵۹۳، ج۲، ص ۲۴۰

۴۸۔ حدیث نمبر ۳۳۲۲، ج۵، ۱۳۱۳

۴۹۔ ابو داود سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی دائود،، دار الکتاب العربی، بیروت، باب ما جاء فی البناء، ج۴، ص ۵۳۰، حدیث نمبر: ۵۲۳۹)

۵۰۔ الجامع الصحیح البخاری، حدیث نمبر ۶۴۱۶، ج۸، ص ۸۹

۵۱۔ الدانی، ابو عمرو، عثمان بن سعید، السنن الواردۃ فی الفتن و غوائلھا والساعۃ و اشراطھا، تحقیق: رضاء اللہ بن محمد ادریس المبارکفوری، دار العاصمۃ الریاض، ۱۴۱۶ھ، حدیث نمبر ۳۹۴، ج۴، ص ۷۸۵

۵۲۔ المقریزی، احمد بن علی بن عبدالقادر، امتاع الاسماع بما للنبی من الاحوال والاموال والحفدۃ و المتاع، تحقیق: محمد عبدالحمید النمیسی، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۹ء، ج ۱۴، ص ۶۲۷

۵۳۔ الجامع الصحیح البخاری، حدیث نمبر ۶۸۵۱، ج۸، ص ۱۷۴ ۵۴۔بوادر النوادر، ص ۳۵۰، ۳۵۱

۵۵۔ سورۃ الکہف میں اصحاب الکہف کا واقعہ مذکور ہے۔ یہ نوجوان آیات من آیات اللہ تھے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ''وربطنا علی قلوبھم۔ ان کی موت پر لوگوں نے ان کی مدفن پر عمارت بنانے کا سوچا قرآن کا ارشاد ہے۔ فقالوا ابنو علیھم بنیانا ربھم اعلم بھم قال الذین غلبوا علیٰ امرھم لنتخذن علیھم مسجدا(الکھف۔ ۲۱) ان آیات سے مترشح ہوتا ہے شرائع سابقہ میں قبور پر عمارت کی تعمیر مشروع تھی۔ کیونکہ یہاں اللہ جل شانہ نے ان کی بات نقل کر کے کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

اہل علم میں ''شرع من قبلنا'' سے شریعت اسلامیہ میں استدلال پر اختلاف ہے۔ لیکن بہر حال قرآن کی یہ آیت محکمات میں سے ہے اور اس سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ ضرورت شرعی کے وقت قبور پر عمارت بنانا درست عمل ہے۔ نیز اصحاب کھف جس طرح بہت سے اختصاصات کے حامل تھے اس لحاظ سے یہ آیت اس امر کی دلیل بھی بنتی ہے کہ کچھ قبور ایسی ہو سکتی ہیں جن پر تعمیر کی اختصاصاً اجازت ہوتی ہے۔ ان آیات کی شرح میں روایات متعارضہ نقل کی گئی ہیں۔ بعض نے کہا: یہ مسلمین کا قول تھا اور بعض نے کہا مشرکین کا۔ قرآن کے الفاظ کا کوئی اپنا مطلب بھی ہوتا ہے جو زبان کے فہم سے واضح ہوتا ہے۔ بسا اوقات تفسیری اقوال کی کثرت سے جو برآمد ہوتا اس سے تو محسوس ہوتا ہے کہ قرآن کی کسی آیت کا کوئی متعین مطلب نہیں۔ قرآنی الفاظ یہاں بالکل واضح ہیں جو اقوال متعارضہ کے محتاج نہیں۔

علماء کی ایک بڑی جماعت صالحین کی قبور پر علی الاطلاق بناء و قبہ جات کے جواز کی قایل ہے۔ ہم نے ان کے استدلالات سے استناد بھی نہیں کیا اور نہ اس موضوع سے تعرض کیا۔ ہم نے اس مضمون میں جو اسلوب استدلال اختیار کیا ہے وہ ان کے استدلال سے مختلف و متعارض ہے۔